# تفسیر سورۃ نصر

# دلوں کی فتح حقیقی فتح ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۱/اپریل ۱۹۸۶ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے سورۃ النصر کی تلاوت کی:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝ (النصر: ۲-۴)

پھر فرمایا:

میں نے پہلے بھی کئی مرتبہ جماعت کو اس اہم حقیقت کی طرف متوجہ کیا ہے کہ دین کی اصطلاح میں جس چیز کا نام فتح ہے اور جس چیز کو نصرت قرار دیا جاتا ہے وہ دنیا کی اصطلاح میں فتح اور نصرت کہلانے والی چیز سے بالکل مختلف چیز ہے۔ ان دونوں کے مزاج مختلف ہیں، ان کی نوعیت مختلف ہے، ان کے رخ بالکل مختلف ہیں اور ایک کا کردار دوسرے کے کردار سے اتنا بعید ہے، اتنا فاصلہ رکھتا ہے جیسے بعد المشرقین ہو۔

چنانچہ قرآن کریم نے اس سورۃ میں جو فتح ونصر کا نقشہ کھینچا ہے اس کی ظاہری الفاظ میں جو شکل ظاہر ہو رہی ہے اگر اس کی باطنی حقیقتوں میں ڈوب کر غور نہ بھی کریں تو ظاہری شکل وصورت ہی دنیا کی فتح ونصر کی ظاہری شکل وصورت سے بالکل مختلف دکھائی دیتی ہے۔ دنیا میں تو فتح نام ہے

دوسروں کی زمینوں کا سر کرنا، ان کے ملکوں میں گھس کر ان کی زمینوں کو تہ و بالا کرنا اور فوج در فوج دوسرے ممالک پر قبضہ کر لینا۔ قرآن کریم جس فتح کا ذکر فرما رہا ہے اس کا رخ دیکھیں کتنا مختلف ہے۔ فرماتا ہے یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا کہ جس فتح کی ہم بات کرتے ہیں اس میں دشمن جوق در جوق اور فوج در فوج تمہاری یعنی اسلام کی سرزمین میں داخل ہوگا۔

اس میں بہت سے لطیف اشارے ملتے ہیں جن میں سے بعض کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں اور ایک خصوصیت کے ساتھ آج بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اس سورۃ میں جبر کی کلیۃً نفی کر دی گئی ہے۔ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا میں ایک تو رخ مختلف، یہ نہیں فرمایا کہ اسلامی فوجیں دندناتی ہوئی غیروں کی سرزمینیں فتح کر رہی ہوں گی بلکہ فرمایا دشمن کی فوجیں جوق در جوق اور فوج در فوج اسلام کی سرزمین میں داخل ہو رہی ہوں گی اور فوج کشی غیر کی طرف سے اسلام کی طرف ہے اور اسلام کی طرف سے جبراً ان کو گھسیٹ کر لانے کا کوئی تصور ہی اس میں نظر نہیں آتا۔

تو لَاۤ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ (البقرہ:۲۵۷) میں جس آزادئ مذہب اور آزادئ ضمیر کا اعلان کیا گیا تھا اس کی عملی تصویر نہایت ہی حسین رنگ میں قرآن کریم نے اس چھوٹی سی سورۃ میں کھینچ دی اور فتح کے شادیانے کیسے بجائے جاتے ہیں کس طرح بانگ دہل اعلان کئے جاتے ہیں کہ آخر ہم فتح یاب ہوئے، اس کے متعلق فرماتا ہے:

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَ الۡفَتۡحُ ۙ﴿۲﴾ وَ رَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا ۙ﴿۳﴾ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَ اسۡتَغۡفِرۡہُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ﴿۴﴾

کہ جب تم یہ عظیم الشان فتح دیکھو تو اس فتح کے شادیانے اور نقارے اس طرح بجاؤ کہ تمہارے ہونٹوں پر خدا کی تسبیح ہو اور تحمید ہو اور بار بار استغفار کر رہے ہو، یہ کہتے ہوئے کہ اے خدا ہم تو اس لائق نہیں تھے کہ جو تو نے ہمیں عطا کیا، ہماری ذاتی کوششوں سے ہمیں کچھ بھی حاصل نہیں ہوا، جو کچھ ہوا تیری عطا ہے۔ یہی نہیں بلکہ ہماری غلطیوں کے باوجود ہمیں عطا کیا گیا ہے کیونکہ تسبیح کا مضمون یہ بتاتا ہے کہ جو کچھ ہے تیری ہی طرف سے ہے اور تو ہی ہے جو غلطیوں سے پاک ہے، تو ہی ہے جس کی تدبیر کامل ہے اور اس میں کوئی رخنہ نہیں اور تیری ہی تدبیر کے ذریعہ فتح حاصل ہوئی اور

استغفار کا مضمون یہ بتاتا ہے کہ ہم اس کے باوجود کہ تیری تدبیر غلطیوں سے پاک تھی اس پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ہم نے غلطیاں کیں۔ جو نقشے تو نے بنائے تھے اسلام کی فتح کے ان کی اینٹیں رکھنے والے معمار تو ہم تھے مگر ہم نے اینٹیں غلط رکھیں، بار بار نقشے کی خلاف ورزی کی، بار بار ایسے رخ پر غلطی سے اینٹیں رکھ دیں کہ جس کے نتیجہ میں اس عمارت میں رخنے پیدا ہو سکتے تھے اس لئے ہم استغفار کرتے ہیں۔ تو ہمیں بخش، ہم اس فتح کے لائق نہیں، ہماری غلطیوں کے باوجود عطا ہونے والی فتح ہے۔ تو دیکھئے کتنا مختلف رخ ہے اور کتنا مختلف مزاج ہے، کتنے مختلف تقاضے ہیں فتح مندفوجوں کے ساتھ وابستہ۔

پس جماعت کو دینی فتح کو دنیا کی فتح کے ساتھ باہم دیگر اس طرح ملا نہیں دینا چاہئے کہ اشتباہ پیدا ہو جائے کہ گویا دین کی فتح اور دنیا کی فتح ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ بعض اسلامی مؤرخین نے یہ غلطی کر کے اسلام کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔ جب مسلمان بادشاہوں نے بعض دیگر ممالک کو فتح کیا وہ ان کی سیاسی فتوحات تھیں۔ وہاں یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا کا کوئی نقشہ آپ کو نظر نہیں آئے گا۔ اس کے برعکس وہ ایک سیاسی غلبہ تھا جہاں تلواروں کے زور سے اور تیر و تفنگ کے زور سے بعض فوجیں بعض دوسرے ملکوں میں داخل ہو رہی تھیں۔ وہاں بحث یہ تو اٹھائی جاسکتی ہے کہ سیاسی اقدار کے لحاظ سے، سیاسی اخلاقی تقاضوں کے اعتبار سے کسی ایک ملک کو کسی دوسرے ملک کے خلاف فوج کشی کا حق تھا کہ نہیں تھا۔ یہ تو جائز ہے لیکن ان سب جنگوں کو اسلامی جہاد کا نام قرار دینا اور ان سب فتوحات کو اسلامی فتوحات قرار دینا یہ درست نہیں ہے۔

دراصل اس زمانے میں جو فاتح اسلام تھے وہ تو بزرگ اور اولیاء اور فقیر اور درویش تھے جو قطع نظر اس سے کہ سیاسی حالات کیا ہیں۔ دن رات اسلام کی خدمت میں مصروف تھے۔ ہندوستان کی تاریخ پر ہی نظر ڈال کر دیکھ لیں تو ہندوستان کا مسلمان فاتح تو بابر کو قرار دیا جاسکتا ہے لیکن اسلامی فاتح قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اسلامی فاتح کا نام پانے والے بزرگ تو نظام الدین اولیاء جیسے بزرگ تھے اور ایسے بے شمار لوگ جو دھونی رما کر بیٹھ گئے اور یہ عہد لے کے اپنی ساری زندگی اس عہد کی ایفاء میں صرف کر دی کہ ہم ان جاہلوں کو، ان اندھیروں میں بسنے والوں کو خدا کی طرف سے علم اور عرفان عطا

کریں گے اور قرآن کا جاری کردہ نور عطا کریں گے۔

پس جماعت احمدیہ کو کبھی بھی اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔آنحضرت ﷺ کو جب اسلامی فتوحات کے ساتھ یہ خوش خبریاں بھی دی گئیں کہ ان فتوحات کے ساتھ ان کے عقب میں لازماً سیاسی فتوحات بھی آئیں گی اور قیصر و کسریٰ کی چابیاں بھی بعد میں آنے والے مسلمان کے ہاتھ میں تھما دی جائیں گی اور یمن کے محلات کے دروازوں کو آپؐ نے دیکھا اور شام کے سرخ محلات کو اور ایران کے سفید محلات کو اپنی آنکھوں کے سامنے آپؐ نے دیکھا تو اس کے نتیجہ میں آپؐ فکر مند ہو گئے۔خدا کی تکبیر بھی کی، خدا کی تسبیح و تحمید بھی فرمائی لیکن ایک گہرا فکر آپ کو لاحق ہو گیا۔ چنانچہ اس فکر کا اظہار آپؐ نے اس طرح فرمایا کہ ایک موقع پر صحابہؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم پر نعمائے دنیا کے دروازے کھولے جائیں گے یہاں تک کہ تم اپنے گھروں کو اس طرح سجاؤ گے جیسے خانہ کعبہ کو سجایا جاتا ہے۔ یہ فرما کر آپؐ نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے راہ حق کے درویشوں سے فرمایا لیکن سنو تم جو میرے سامنے بیٹھے ہوئے ہو تمہاری حالت ان آنے والے لوگوں سے بدرجہ ہا بہتر ہے (مسند احمد بن حنبل جلد ۲ حدیث نمبر ۱۹۲۰۵)۔پس آپؐ کے نزدیک فتح دین کی فتح تھی، فتح اخلاق کی فتح تھی، فتح کردار کی فتح تھی، فتح اپنے نفس پر غالب آنے کا نام تھا اور وہ نعمتیں ہی نعمتیں تھیں جو روحانی نعمتیں تھیں اور ان کے مقابل پر بعد میں آنے والی دنیاوی فتح سے تعلق رکھنے والی نعمتوں کی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی نظر میں کوئی بھی قیمت نہیں تھی۔

اسی طرح حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جن چیزوں سے میں تمہارے متعلق ڈرتا ہوں ان میں سے دنیا کی زیب و زینت بھی ہے جو تم پر چاروں طرف سے کھول دی جائے گی۔اس پر ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ کیا خیر شر کو بھی ساتھ لائے گا یعنی ایک طرف تو یہ خیر کی باتیں ہیں، خوش خبریاں بھی بیان کی جاتی ہیں دوسری طرف آپؐ ڈرا رہے ہیں تو کیا خیر شر کو بھی ساتھ لائے گا۔روایت کرنے والے بتاتے ہیں کہ اس پر حضور اکرم ﷺ خاموش ہو گئے اور سوال کرنے والے کو جواب نہ دیا۔ جب ہم نے آپؐ کے چہرے کو دیکھا تو اس وقت محسوس ہوا کہ آپؐ پر وحی نازل ہو رہی ہے اور اسی حالت میں آپؐ نے اپنے ماتھے سے پسینہ پونچھا اور پھر پوچھا کہ وہ سوال کرنے والا کہاں ہے؟ اس پر ہم سمجھ گئے کہ محبت اور پیار سے اس کا نام

لے رہے ہیں، پسندیدگی سے لے رہے ہیں، آپ ؐ کو سوال پسند آیا تھا اس کا جواب آ گیا ہے۔ تو جب بتایا گیا تو آپ ؐ نے فرمایا دیکھو خیر شر کو جنم نہیں دیا کرتی، خیر سے شر پیدا نہیں ہوتا لیکن تم دیکھتے ہو کہ جب بہار آتی ہے تو بہار میں اگنے والی فصلوں کے ساتھ ایسی جڑی بوٹیاں بھی تو اگ آتی ہیں جن کو کھانے سے لوگ مر جاتے ہیں یا مر سکتے ہیں (بخاری کتاب الزکاۃ حدیث نمبر: ۱۳۷۲)۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ اس وحی میں خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو اس سوال کا یہ جواب سکھایا۔

تو ظاہری فتح بھی جب مسلمانوں کو نصیب ہوتی ہے تو اس کے نتیجہ میں بھی وہ خیر حاصل کر سکتے ہیں۔ ظاہری فتح کا نام شر نہیں رکھا گیا۔ شر اس بات کا نام رکھا گیا ہے کہ ظاہری فتح کے ساتھ جو انسان کی روحانی زندگی کو مارنے والی اور مہلک جڑی بوٹیاں اگتی ہیں۔ نعمتوں کے نام پر بعض ایسی چیزیں حاصل ہوتی ہیں جو انسانی زندگی کو تباہ کرنے والی ہوتیں ہیں۔ اگر ان سے احتراز کرو تو ظاہری فتح بھی ایک رنگ میں دین کے تابع ہو سکتی ہے اور حقیقی نعمت شمار کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ اسی موقع پر آنحضرت ﷺ نے پھر فرمایا کہ دیکھو مومن کو جو مال عطا ہوتا ہے، جو نعمتیں ملتی ہیں وہ نعمتیں بنتی ہیں جب وہ ان سے خدا کے حق ادا کرتا ہے۔ جب وہ اس کی راہ میں خرچ کرتا ہے، غریبوں کے اوپر خرچ کرتا ہے، مصیبت زدگان پر خرچ کرتا ہے اور خرچ کی کئی اقسام بتائیں کہ اس طریق پر نعمتیں نعمتیں بھی رہ سکتی ہیں اور عذاب میں تبدیل نہیں ہوتیں۔

لیکن یہ ایک ثانوی چیز ہے۔ حقیقی نعمت حقیقی خیر حقیقی خوش خبری اسی بات میں ہے کہ دین کو غلبہ عطا ہو جو اجسام پر غلبہ نہیں ہوتا بلکہ دلوں پر غلبہ پر ہوتا ہے، وہ دوسروں کی زندگیاں لے کر غلبہ نہیں ہوتا بلکہ دوسروں کو زندگیاں عطا کر کے غلبہ ہوتا ہے۔ اس لئے اسلام کا غلبہ از سر نو روحانی زندگی کا غلبہ ہے، اسلام کا غلبہ وہ قیامت ہے جس میں شیطان پر موت آتی ہے لیکن سچی اور سعید روحیں نئی زندگی پاتی ہیں۔ احمدیت کو ہمیشہ اپنی نظریں اس نکتہ کی طرف گاڑے رکھنی چاہئیں اور ایک لمحہ کے لئے بھی اس سے غافل نہیں ہونا چاہئے ورنہ دنیا کی فتوحات، دنیا کے غلبے، دنیا کے انقلاب ان کو غلط راہوں پر ڈال دیں گے، ان کی توجہات کے رخ بدل دیں گے اور ان کو محسوس بھی نہیں ہوگا کہ خدا تعالیٰ نے جو نعمتیں ان کو عطا فرمائی تھیں وہ کس طرح انہوں نے اپنے ہاتھ سے ضائع کر دیں۔

آج کل جو پاکستان میں نئے حالات پیدا ہو رہے ہیں اور بظاہر یوں معلوم ہو رہا ہے کہ

ایک سیاسی انقلاب کا بیج بویا جا رہا ہے، اس کی بنیادیں استوار ہو رہی ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ کس حد تک یہ معاملہ آگے بڑھتا ہے اور کس رنگ میں یہ معاملہ ختم ہوتا ہے لیکن جماعت احمدیہ کو میں یہ توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ان چیزوں پر لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ (ھود:۱۰) والا طریق اختیار نہ کریں۔ ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر اچھل کے یہ نہ سمجھیں گویا کہ احمدیت کو فتح عطا ہوگئی۔ ایک پارٹی کی بجائے دوسری پارٹی غالب آجاتی ہے۔ اس سے جماعت احمدیہ کو فتح کیسے حاصل ہوسکتی ہے، اس سے اسلام کو کیسے فتح حاصل ہوسکتی ہے۔ اگر آپ ان چھوٹی باتوں پر راضی ہوگئے تو خدا تعالیٰ نے جو رخ پھیرا ہے نہایت اعلیٰ اقدار کی طرف وہ رخ پھر ان سمتوں میں قائم نہیں رہے گا۔ وہ جدوجہد کا جو آغاز ہو چکا ہے ہر احمدی کے دل میں اور اس کے اعمال میں ڈھل رہا ہے وہ عزم، اس میں کمزوری واقع ہو جائے گی۔ آپ سمجھیں گے کہ بس یہی تھی اللہ تعالیٰ کی فتح کہ ایک حکومت الٹ گئی اور ایک اور دوسری حکومت آگئی۔ ہرگز یہ فتح نہیں ہے۔ آپ کی فتح وہ ہے جو جنم لے چکی ہے آپ کے دلوں میں۔ وہ اسلام کے لئے یہ عزم اور یہ عزم صمیم کہ ہم سب کچھ اسلام کے لئے قربان کر دیں گے لیکن کسی قیمت پر بھی اسلام کی شکست کو برداشت نہیں کریں گے۔ اس کے نتیجہ میں جو اعمال میں تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں اور عبادتوں کی طرف جو لگاؤ بڑھ رہا ہے اور کسی حد تک آپس کے جھگڑوں سے بھی توجہ بٹ رہی ہے اور ایثار کی روح پیدا ہو رہی ہے یہ فتوحات ہی تو ہیں۔ اگر آپ نہیں دیکھتے ان کو فتوحات کے طور پر تو پھر اپنی نظر کا علاج کریں۔ صرف یہ فتوحات ہی نہیں بڑی عظیم الشان فتوحات کی داغ بیل ڈالی جا رہی ہے۔ اگر یہ فتوحات مکمل ہو جائیں اور دنیا میں آنے والے عارضی انقلاب آپ کو ان کے رخ سے ہٹا نہ سکیں، آپ کا رخ اسی طرح متعین رہے جس طرح مقناطیس کی سوئی کا رخ اس کے مقدر میں ہمیشہ کے لئے لکھا جا چکا ہے، لازماً ہمیشہ وہ Polestar کی طرف یا جہاں بھی مقناطیس کی قوت کا مرکز ہے اسی کی طرف رہے گا اس لئے اسی طرح صدق وصفا کے ساتھ اپنے قبلہ کو متعین کرلیں اور اس کی حفاظت کریں۔ تو پھر آپ دیکھیں گے کہ آپ پہلے ہی فتح کے راستے پر گامزن ہو چکے ہیں، آپ کا ہر قدم اس قبلہ کی طرف آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ آپ اسلام کی فتح کے خواب جو دیکھ رہے تھے وہ آپ کی ذاتوں میں پورا ہو رہا ہے۔ وہ انقلاب عظیم برپا ہو رہا ہے، وہ جماعت تیار ہو رہی ہے جس نے بالآخر اسلام کو دنیا میں پھیلا دینا ہے۔ اس پر راضی رہیں اور اس کی قدر کریں اور اس پر خدا کی حمد کے

گیت گائیں اور استغفار سے کام لیں کیونکہ حقیقت میں یہی فتح ہے جس نے سچی فتح اسلام کو عطا کرنی ہے۔ اگر اس سے توجہ ہٹ گئی تو پھر اور طرف آپ کے رخ پھر جائیں گے۔ پھر آپ کے اوقات میں غیر اللہ کے حصے بڑھنے شروع ہو جائیں گے۔

مجھے تو یہ بھی خوف لاحق ہوا کہ ایک ایسا وقت بھی جماعت پر گزر رہا ہے ابتلا کا جس میں چونکہ سیاست میں حصہ لے ہی نہیں سکتے تھے اس لئے وہ لوگ جو پہلے سیاست میں لذتیں حاصل کرتے تھے انہوں نے دین کی طرف توجہ کی اور اپنے وقت دین پر قربان کرنے لگ گئے۔ مجھے یہ خوف دامن گیر ہوا کہ خدانخواستہ اگر سیاست احمدیوں پر دوبارہ کھولی گئی اور خدا کی تقدیر ایسا کر سکتی ہے تو پھر دوبارہ کہیں وہی غلط چسکے اور بگڑے ہوئے مزاج نہ پیدا ہو جائیں اور جو وقت احمدیت کے لئے دیا جاتا تھا کہیں نعوذ باللہ من ذالک پھر سیاست میں نہ صرف ہونا شروع ہو جائے۔ کچھ نہ کچھ حصہ سیاست کا ایمان سے بھی تعلق رکھتا ہے اس میں کوئی شک نہیں کیونکہ اگر حب الوطن ایمان ہے تو حب الوطن کی خاطر سیاست کی اصلاح، سیاسی صحت مند دلچسپیوں میں کچھ نہ کچھ حصہ لینا یہ ایمان بھی بن سکتا ہے ایمان کا بھی ایک پہلو کہلا سکتا ہے، یہ کرنے والے کی بات ہے کہ کس نیت سے کرتا ہے اور کس رنگ میں کرتا ہے لیکن امکان موجود ہے۔ لیکن اگر سیاست اس طرح کھینچے جس طرح میٹھا مکھی کو کھینچتا ہے یا بعض مکھیوں کو گند کھینچتا ہے اور مغلوب کر لے اور دین ایک ثانوی چیز نظر آنے لگے اور سیاسی نمبرداریاں اور سیاسی رعب اور سیاسی حیثیتیں بڑی ہو کر دکھائی دینے لگیں تو پھر یہ بہت ہی نقصان کا سودا ہوگا اس لئے ایک نہیں کئی قسم کے فکر بھی ان تبدیلیوں کے نتیجہ میں مجھے دامن گیر ہو گئے ہیں اور میں جماعت کو ابھی سے متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ جو بھی تبدیلی ظاہر ہو اس سے اپنے کردار پر غلط اثر نہ پڑنے دیں۔ جو راہیں آپ نے متعین اپنے لئے کر لی ہیں وہ سب سے اچھی راہیں ہیں، ان سے بہتر کوئی راہ نہیں۔ بظاہر جن ذلتوں کو آپ پر وارد کیا گیا ہے وہ عزتوں کے مقام ہیں، وہ شرف کے مرتبے ہیں۔ انہی میں اپنی عزتیں سمجھیں اور انہی میں شرف کو ڈھونڈیں اور ہرگز دنیاوی عزتوں کو کوئی اہمیت نہ دیں، اپنے دلوں پر اپنے نفوس پر ان کو غالب نہ آنے دیں۔ یہ عہد باندھ کر، آنکھیں کھول کر آگے بڑھیں۔ پھر جو ضمنی تعلقات ہیں سیاست کے ساتھ اور جو ایمانی تقاضوں کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں ان کو سرانجام دینا تو ہرگز اسلام کے یا دین کے خلاف نہیں ہے۔ ان شرائط کے ساتھ ان پابندیوں کے

ساتھ حصہ رسدی کچھ نہ کچھ وقت حب الوطن کی خاطر ہر احمدی کو اپنے اپنے وطن میں دینا ہوگا اور جو وقت کی قربانیاں ہیں وہ بھی کرنی ہوں گی لیکن دین بہر حال غالب ہے۔ دین کو بہر حال فضیلت حاصل ہے، سیاسی تقاضوں کو ہرگز اجازت نہ دیں کہ آپ کے دین کی صورت بگاڑ سکیں کسی رنگ میں بھی اس کے نقش کو خراب کر سکیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے صاف لفظوں میں فرمایا ہے **انا الفتاح افتح لک . تری نصرا عجیبا و یخرون علی المساجد**''

میں فتاح ہوں۔ فتّاح کہتے ہیں وہ ذات جو اندھیروں کو روشنی میں پھاڑ کر تبدیل کر دیتی ہے جو جہالت کو علم میں بدل دیتی ہے اور جو معاملات کو کھول دیتی ہے اور قضا جاری کرتی ہے۔ چنانچہ **فتح اللّٰہ علیہ** کا ایک معنی عربی کی لغت کی رو سے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس کو علم وعرفان عطا کیا اور ایک معنی اس کا یہ بھی ہے کہ میں غلبہ عطا کرنے والا ہوں یعنی شرف اور بزرگی اور علم کی چابیاں رکھتا ہوں، ان کے دروازے کھولنے والا ہوں، روشنی کے باب کھولنے والا ہوں اور غلبہ بھی عطا کرنے والا ہوں۔ لیکن کس قسم کا غلبہ؟ فرمایا **تری نصرا عجیبا**۔ اے میرے پیارے بندے جو میں نصر تجھے عطا کرنے لگا ہوں وہ عام دنیا کی **نصر** سے مختلف ہوگی **تری نصرا عجیبا** تو عجیب ہی قسم کی نصرت دیکھے گا میری طرف سے اور وہ کیا ہے؟ **و یخرون علی المساجد** وہ نصرت اس طرح ہوگی کہ احمدی اپنی مساجد پر اپنی سجدہ گاہوں پر اوندھے منہ گر جائیں گے۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو فتح ونصر کی تصویر اس وقت کھینچ کر دی گئی تھی اور یہ بتایا گیا تھا کہ ہم اس طرح کی فتح تمہیں عطا کرنے والے ہیں وہ فتح تو آپ کو حاصل ہو رہی ہے۔ جس کو خدا فتح کہہ رہا ہے جس کو نصر عجیب قرار دے رہا ہے اس پر اگر آپ راضی نہ ہوں اور ادنیٰ فتوحات کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھیں اور شادیانے بجائیں کہ الحمدللہ یہ فتح حاصل ہوگئی تو بڑی ناقدری کرنے والے ہوں گے۔ یہ تو ایسی ہی بات ہوگی جیسے کوئی ہیرے اور جواہر پھینک کر کوئلے اور پتھر چن لے اور ان پر نازاں ہو جائے۔ پگلیاں تو ایسی حرکتیں کرتی ہیں مگر عقل والی عورتیں تو ایسا نہیں کیا کرتیں۔ وہ تو ہیرے جواہروں کو سینہ سے لگاتی ہیں اور پتھروں کو پھینکتی ہیں۔ پگلیوں کو آپ نے دیکھا

ہوگا وہ بے چاری بعض دفعہ اپنے ہیرے جواہر خود پھینک دیتی ہیں اور پتھر چن کر اور کوئلے اٹھا کر ان سے اپنے آپ کو سجانے لگتی ہیں۔تو دنیا والوں کو سجانے دیں اپنے آپ کو ان چیزوں سے آپ کو دنیا والوں سے کیا غرض ہے۔ان کو اگر پتھروں میں زینت نظر آتی ہے،اگر ان کو کوئلوں میں حسن دکھائی دیتا ہے تو کوئی زبردستی نہیں ہے جبراً ان کو آپ نہ اس سے روک سکتے ہیں نہ آپ کو یہ حق حاصل ہے۔ان کو لطف اٹھانے دیں ان باتوں کا لیکن یہ آپ کو حق نہیں ہے کہ خدا نے جو آپ کو ہیرے عطا فرمائے ہیں اور خدا نے جو جواہر نازل کئے ہیں آپ ان کو ان پتھروں اور ان کوئلوں سے تبدیل کر لیں۔اس لئے اپنے خزانوں کی حفاظت کریں، ان خزانوں کی حفاظت کریں جن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ہزاروں سال سے جو مدفون تھے اب خدا نے میرے ذریعہ ان خزانوں کو ظاہر کیا ہے اور میں ان کو بانٹ رہا ہوں۔کیسا پیارا نقشہ کھینچا ہے۔**تری نصرا عجیبا و یخرون علی المساجد** ایسی عجیب نصر دیکھو گے تم کہ اس وقت خدا کے بندے اوندھے منہ سجدہ گاہوں پر گر پڑیں گے اور ساتھ یہ فرمایا، اسی تحریر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

> ’’اور ایک الہام میں چند دفعہ تکرار اور کسی قدر اختلاف الفاظ کے ساتھ فرمایا کہ میں تجھے عزت دوں گا اور بڑھاؤں گا اور تیرے آثار میں برکت رکھ دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے‘‘
>
> (آسمانی فیصلہ، روحانی خزائن جلد ۴ صفحہ:۳۴۲)

پس بادشاہوں کو دیکھئے ایک ثانوی حیثیت دی گئی ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے کپڑوں میں تو لعل و جواہر ٹکے ہوئے نہیں تھے، وہ تو کمخواب کے کپڑے نہیں تھے، وہ تو ریشم کے کپڑے نہیں تھے، وہی سادہ کپڑے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام زیب تن فرمایا کرتے تھے وہ کپڑے ویسے ہی تھے بلکہ مدت کے ساتھ وقت کے گزرنے کے ساتھ انہوں نے بوسیدہ ہی ہونا تھا لیکن فرمایا کہ جن کپڑوں میں یہ عبادت گزار بندہ رہتا ہے۔میرے نزدیک ان کی قیمت ہے ان کپڑوں میں میں برکت رکھوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔کتنی عظمت ہے نیکی اور تقویٰ کو اور اس کے مقابل پر بادشاہتوں کو کس طرح دست بستہ ان کے سامنے دکھایا گیا ہے۔فرماتے ہیں:

’’میں بڑے دعوے اور استقلال سے کہتا ہوں کہ میں سچ پر ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے (یعنی سچ کے میدان میں ۔ یادرکھیں آپ کی فتح سچ کے میدان میں ہے) اور جہاں تک میں دور بین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دنیا اپنی سچائی کے تحت اقدام دیکھتا ہوں‘‘

کتنا عظیم الشان کلام ہے جہاں تک میں دور بین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دنیا اپنی سچائی کے تحت اقدام دیکھتا ہوں۔ دور بین نظر نے بتایا کہ خدا کے فضل کے ساتھ آپ کے ساتھ بھی یہ وعدہ قائم ہے۔اس میں عظیم الشان پیش گوئی ہے اور بہت ہی لطیف اور گہرا کلام ہے’’جہاں تک میں دور بین نظر سے دیکھتا ہوں‘‘ایک عظیم الشان خوش خبری ہے کہ مدتوں تک نسلاً بعد نسل جماعت احمدیہ سچائی پر قائم رہے گی اور یہ بھی بتادیا گیا۔ کہ اگر تم دنیا کو اپنے قدموں کے نیچے دیکھنا چاہتے ہوتو دنیا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی کے قدموں کے نیچے آئے گی۔ اس لئے تمہارے قدم بھی اگر اسی سچائی پر ہوں گے تو تب دنیا تمہارے قدموں کے نیچے آئے گی ورنہ نہیں آئے گی۔ تو ادنیٰ خواہشات دنیا کی رکھنے والے جو دنیا کی فتوحات پر راضی ہونا چاہتے ہیں ان کو بھی باندھ کر، ان کو بھی مقید کر کے سچائی کے قدموں پر لا کھڑا کیا گیا تمہیں بھی اگر فتوحات حاصل ہونی ہیں تو اسی طرح فتوحات حاصل ہونی ہیں کیونکہ آئندہ دنیا کا نقشہ اسی طرح کھینچا گیا ہے۔ آئندہ دنیا کا مقدر اسی طرح تعمیر ہوگا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی کے تحت اقدام آئے۔ فرمایا:

’’اور قریب ہے کہ میں ایک عظیم الشان فتح پاؤں کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی مگر میں دیکھ رہا ہوں۔ میرے اندر ایک آسمانی روح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے۔ اور آسمان پر ایک جوش اور ابال پیدا ہوا ہے جس نے ایک پتلی کی طرح اس مشت خاک کو کھڑا کر دیا ہے۔ ہر یک وہ شخص جس پر توبہ کا دروازہ بند نہیں عنقریب دیکھ لے گا کہ میں اپنی طرف سے نہیں ہوں۔ کیا وہ آنکھیں بینا ہیں جو صادق کو شناخت نہیں کرسکتیں۔ کیا وہ بھی زندہ ہے جس کو اس آسمانی صدا

کا احساس نہیں‘‘۔ (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ: ۴۰۳)

حضرت رسول اکرم ﷺ لفظ فتح کو ایک اور عظیم الشان رنگ میں بھی استعمال فرماتے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا **مَنْ فُتِحَ لَهٗ مِنْكُمْ بَابُ الدُّعَاءِ فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ** ۔(ترمذی۔ کتاب الدعوات حدیث نمبر: ۳۴۷۱) کہ تم میں سے جس پر دعا کا دروازہ کھول دیا گیا اس کے لئے رحمت کے دروازے کھول دیئے گئے۔ پس فتح کا اس سے بہتر تصور نہیں باندھا جا سکتا۔

پس اے احمدیو! تمہیں مبارک ہو کہ اس دور ابتلاء نے تم پر دعا کے دروازے کھول دیئے۔ وہ گھر جو دعاؤں سے نا آشنا ہو چکے تھے وہ گھر بھی دعاؤں کی آماجگاہ بن گئے۔ وہ دل جو دعاؤں سے غافل تھے ان کی گہرائیوں سے بلکتی ہوئی، درد میں ڈوبی ہوئی دعائیں اٹھتی ہیں۔ وہ آنکھیں جو آنسوؤں سے نا آشنا تھیں اس دور ابتلاء نے ان آنکھوں کو آنسو بخشے۔ یہ ایک فرضی قصہ نہیں، ایک ایسی حقیقت ہے جو آج تاریخ کے پردوں پر ایسے حروف میں لکھی جا رہی ہے جو انمٹ حروف ہیں۔ بکثرت احمدیوں کے ایسے خطوط مجھے ملے ہیں جو لکھتے ہیں کہ آپ سوچ نہیں سکتے کہ ہمارا دل پہلے کیسے منجمد دل تھا۔ کبھی خدا کے نام پر اس میں تحریک پیدا نہیں ہوتی تھیں، کبھی جنبش نہیں آتی تھی، کبھی ہماری آنکھیں اللہ کا نام لے کر تر نہیں ہوتی تھیں اور اب تو حالت یہ ہے کہ بات بات پر رونا آتا ہے، خدا کے ذکر پر آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی ہے۔ دعاؤں کے دروازے جس قوم پر کھول دیئے گئے ہوں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں کہ تم پر خدا کی رحمتوں کے دروازے کھولے جا چکے ہیں۔ پس وہ قوم جس پر خدا کی رحمتوں کے دروازے کھول دیئے گئے ہوں اگر وہ دنیا کی ادنیٰ فتوحات سے متأثر ہو کر ان کے سامنے جھکنے لگے اور ان کے رعب کو قبول کرنے لگے تو وہ بڑی ہی بدقسمت لوگ ہوں گے۔

اس لئے خدا کی رحمتوں کی قدر کریں، خدا کے فضلوں کی قدر کریں، ان کو اپنے سینے سے لگائے رکھیں اور یہ عہد کریں کہ اگر خدا ان حالات کو بدل بھی دے گا تو یہ دولتیں جو آج ہمیں نصیب ہوئی ہیں ان کو ہم اپنے سینے سے چمٹائے رکھیں گے۔ ان صحابہؓ کی طرح جس نے اسلام کے علَم کی حفاظت کی خاطر اپنے بازو کٹوائے، اپنی گردنیں کٹوائیں اور جب بازو نہیں رہے تو دانتوں میں ان

علَموں کو تھام لیا اور گرنے نہیں دیا جب تک ان کی گردنیں نہ کٹیں اور سر نہ لڑھک گئے۔ اس طرح اے خدا ہم ان تیری رحمتوں اور فضلوں کی حفاظت کریں گے جو اپنی راہ میں پگھلنے والے دلوں کی صورت میں تو نے ہم پر عطا کئے۔ وہ باب رحمت جو تو نے کھولے ہیں، اے خدا وہ دن ہم پر کبھی نہ لانا کہ ہم اپنے ہاتھوں سے ان بابوں کو بند کرنے والے ہوں۔ ان دروازوں کو اور کھول دے اور وسیع کر دے! ہر سمت سے ہر موسم میں تیری رحمت اور فضل کی ہوائیں ہم پر چلنے لگیں ہماری سمت میں جاری ہوں اور تیری برکتوں کی بارشیں ہم پر نازل ہوں۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین۔

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور نے فرمایا:

ابھی جمعہ کے معاً بعد سنتوں سے قبل میں چند نماز جنازہ غائب پڑھاؤں گا۔ سب سے پہلے تو برادرم مکرم پروفیسر خلیل احمد صاحب ناصر کی نماز جنازہ ہے۔ یہ اولین واقفین زندگی میں سے تھے، خصوصاً اس دور کے واقفین میں جب یہ دارالمجاہدین قائم کیا گیا اور یورپ میں تبلیغ کے لئے خاص طور پر نوجوانوں کو پکارا گیا۔ ان میں سامنے آنے والوں میں یہ پہلے تھے جنہوں نے نام درج کروایا۔ بہت ہی خلیق، علم دوست اور بہت غیر معمولی ذہانت رکھنے والے تھے۔ سلسلہ سے بہت محبت اور پیار تھا اگر چہ بعض مشکلات کی وجہ سے وقف کے تقاضے کو من وعن نہیں نباہ سکے اور زندگی کے آخری حصہ میں با قاعدہ واقفین کی فہرست میں شامل نہیں رہے لیکن ایسا اجازت سے کیا۔ بھاگ کر یا باغی ہو کر نہیں اور اس کا بھی دل پر اتنا بوجھ تھا کہ گزشتہ سال ان کا ایک بہت ہی دردناک خط مجھے موصول ہوا کہ میں اتنا تکلیف میں ہوں، دن بدن میرا یہ احساس بڑھتا جا رہا ہے کہ اگر چہ خلفاء نے مجھ سے شفقت کا سلوک فرمایا، مجھے قربانیوں سے محروم بھی نہیں رکھا اور دینی خدمت لینے کی اجازت بھی دی جماعت کو حسب توفیق حصہ بھی لیتا رہا لیکن پھر بھی میں اپنے آپ کو مجرم سمجھ رہا ہوں کہ جن وقف کی زنجیروں میں میں نے باندھا تھا اب میں ان میں بندھا ہوا نہیں ہوں۔ اس لئے میری ایک تمنا ہے کہ میرے مرنے سے پہلے اپنے ہاتھ سے مجھے ایک خط لکھ دیں کہ میں تمہیں دل سے معاف کرتا ہوں اور شرح صدر کے ساتھ تمہاری اس حرکت کو نظر انداز کر کے تمہارے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بخشے۔ چونکہ میں جانتا تھا کہ بڑی خدا تعالیٰ کے فضل سے فدائی روح رکھتے تھے اور ہمیشہ جب بھی خدمت کے لئے بلایا گیا انہوں نے لبیک کہا اور پورے تن من دھن سے فدا ہوئے ہیں۔ میں نے پھر

ان کو اس قسم کی تحریر لکھ دی اور بہت ہی پھر خوشی اور تسکین کا خط آیا اور عجیب بات ہے کہ اس کے تھوڑی دیر بعد ہی پھر ان کو یہ مہلک بیماری ہوگئی جس کو ڈاکٹروں نے کہا کہ کینسر ہے اور اب اس سے بچنا محال ہے اور اللہ کا فضل ہے کہ اس مرض الموت میں تھے کہ اس سے پہلے پہلے ان کے دل میں یہ تحریک بھی پیدا ہوگئی اور میری طرف سے ان کو جواب بھی مل گیا۔ لیکن اس مرض میں بھی وہ جو پہلے وعدے کئے ہوئے تھے خدمتِ دین کے ان کو نبھایا۔ بعض لیکچرز میں شمولیت کا عہد کیا ہوا تھا، ان میں اس بیماری کی حالت میں بھی ہسپتال سے نکل کر گئے اور بالکل پرواہ نہیں کی تکلیف کی۔ ان کے لئے بطور خاص دعا کی تحریک کرتے ہوئے چند اور مخلصین کے جنازے بھی ہیں جو اسی جنازے کے ساتھ پڑھائے جائیں گے۔

مکرمہ شگفتہ رانی صاحبہ بنت مکرم چوہدری عبدالعزیز صاحب، چھوٹی عمر میں بے چاری وفات پاگئیں، دل کا دورہ پڑا ہے ان کو۔ ابوظہبی کے عبدالعزیز صاحب اچھے مخلص دوست ہیں ان کی بیٹی تھی جوان جو فوت ہوگئیں۔ مکرم محمد منیر ہاشمی صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی پوسٹ ماسٹر ایبٹ آباد۔ یہ ہمارے خدمت درویشاں کے پرانے کارکن ہیں مخلص مختار احمد ہاشمی ان کے والد۔

مکرمہ حمیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری محمد عظیم صاحب باجوہ بڑے معروف ہیں جماعت میں، خدا تعالیٰ کے فضل سے جب تقسیم ہند کے دوران خطرات تھے مسلمانوں کو تو قادیان سے اردگرد کے دیہات میں جا کر مسلمانوں کا دفاع کرنے میں انہوں نے عظیم الشان خدمات سرانجام دی ہیں اور اس قدر دلیری کے ساتھ انہوں نے مسلمان دیہات کا دفاع کیا ہے کہ وہ تو Legends بن گئی ہیں بڑی حکمت کے ساتھ اور بڑی دلیری کے ساتھ۔ سارا خاندان ہی خدا کے فضل سے مخلص ہے لیکن یہ پہلوان کا خاص ایسا تھا جوان کو امتیاز بخشتا ہے۔ تو ان سب کی نماز جنازہ بعد نماز جمعہ ہوگی۔